

اسلامیات (اختیاری)

دسویں جماعت کے لئے



NOT FOR SALE
Free From Government



خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

اسلامیات (اختیاری)

اسلامیات (اختیاری)

دسویں جماعت کے لئے

دسویں جماعت کے لئے

دسویں جماعت کے لئے



خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

سید پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

کسی بھی قومی فریضہ میں عمداً کوتاہی کرنا
خیانت ہے اور حدیث نبوی ﷺ کی
زور سے خائن شخص کامل ایمان والا
نہیں ہوتا۔

جملہ حقوق بحق لیڈنگ بکس پبلشر محفوظ ہیں

منظور کردہ: نظامت نصاب و تعلیم اساتذہ خیر پختونخوا، ایبٹ آباد
برمطابق: قومی نصاب 2006

مراسلہ نمبر 2280-82/SS-II مؤرخہ 22/03/2013

مصنفین: نیاز محمد
مسز ناصرہ حمید
محترمہ پروین اختر
محترمہ عزیزہ ریز

نگران نظر ثانی کمیٹی: گوہر علی خان، ناظم نصاب و تعلیم اساتذہ خیر پختونخوا، ایبٹ آباد

فوکل پرسن: ذوالفقار خان، ایڈیشنل ڈائریکٹر نصاب و نظر ثانی کتب، نظامت نصاب و تعلیم اساتذہ خیر پختونخوا، ایبٹ آباد

نظر ثانی: کفایت اللہ، پرنسپل جی ایچ ایس ایس چکنی، پشاور

نیاز محمد، ایس ایس ٹی، جی ایچ ایس سرہند، پشاور

ڈاکٹر شوکت اللہ، اے پی، سپر سائٹس کالج پشاور

نصیر اللہ، ایس ایس، جی ایچ ایس ایس نمبر 1، پشاور

مدیر: اعجاز اللہ کاکا خیل، ماہر مضمون (اسلامیات) خیر پختونخوا ایکسٹ بک بورڈ پشاور

زیر نگرانی و رہنمائی: ذاکر حسین آفریدی (چیرمین)

سعید الرحمن (ممبر ایڈیٹی)

خیر پختونخوا ایکسٹ بک بورڈ

تعلیمی سال 2019-20

ویب سائٹ: www.kptbb.gov.pk

ای میل: memberbtt@yahoo.com

فون نمبر 091-9217889

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

مملکت پاکستان بنانے میں یہ عظیم مقصد کارفرما تھا کہ پاکستان میں اسلامی احکام نافذ کیے جائیں اور مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد میں کامیابی عطا فرمائی اور 1947ء میں پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا۔

اسلامی ملک ہونے کے سبب اس کا نظریہ حیات اسلام ہے اور مسلمان ہونے کے ناطے ہماری کوشش ہے کہ ہم اپنے طلبہ و طالبات میں اسلامی اقدار سے محبت و الفت پیدا کریں تاکہ وہ اپنی شخصیت و کردار کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے حکومت خیر پختونخوا نے اسلامیات (اختیاری) کو موثر اور مفید بنانے کے لیے کوششیں کی ہیں کہ نصاب متوازن، بامقصد اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ہو اور طلبہ کو حصول مقاصد میں کامیابی ہو اور غیر ضروری بوجھ میں الجھنے نہ پائیں۔

اسلامیات اختیاری جماعت و ہم کی ترتیب و تدین اس طرح کی گئی ہے کہ اساتذہ اور طلبہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ غیر متعلقہ مواد اور مضامین سے گریز کیا گیا ہے۔ اس لیے اساتذہ کو چاہیے کہ وہ درسی کتاب تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ مزید تفصیلات کے لیے خوب مطالعہ کر کے مکروہ جماعت میں آئیں۔

اسلامیات کی تدریس میں مشغول اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ اپنی شخصیت مکمل طور پر اسلامی طرز پر استوار کریں تاکہ قول و فعل کے تضاد سے بچا جاسکے۔

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ قرآن و حدیث کے الفاظ و تراکیب کی وضاحت اس طرح کریں کہ روزمرہ زندگی سے ان کا تعلق واضح ہو سکے۔ نیز فرقہ وارانہ اور فروعی مسائل سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔

جدید طریقہ ہائے تدریس کو استعمال کرتے ہوئے تعلیمی جائزے کے لیے اسباق کی مشقوں میں معروضی، غیر معروضی، نیم معروضی اور عملی سرگرمیاں بھی شامل کی گئیں ہیں تاکہ ہر طرح کی ذہنی قابلیتوں کی آزمائش کی جاسکے۔

NOT FOR SALE

NOT FOR SALE

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	باب اول مضامین قرآن	01
	1. توحید	01
	2. نبوت و رسالت	08
	3. ملائکہ	12
	4. آخرت / معاد	14
2	باب دوم عبادات	22
	1. نماز	24
	2. روزہ	26
	3. زکوٰۃ	28
	4. حج	31

3	باب سوم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	36
	1. رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی تعلیمات کی حیثیت و مقام	36
	2. محبت و اتباع	39
	3. اسوۂ حسنہ	42
4	باب چہارم قرآنی آیات (ترجمہ و تشریح)	49
5	باب پنجم حدیث اور سنت	68
	1. جمع و تدوین حدیث	68
	2. مشہور کتب حدیث اور ان کے مصنفین کا تعارف	72
	3. اصطلاحات حدیث	77
	4. منتخب احادیث (ترجمہ و تشریح)	79
6	باب ششم اسلامی علوم اور مسلمانوں کی خدمات	105
	1. علم فلسفہ	105
	2. علم کلام	107
	3. سائنسی علوم	109

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

مضامین قرآن

باب
اول

تدریسی مقاصد

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

وہ قرآن مجید میں توحید، رسالت، آخرت، ملائکہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و منصب کے حوالے سے آیات کا تفصیلی مطالعہ کرنے کی استعداد پائیں اور مجوزہ آیات قرآنیہ کا ترجمہ اور تشریح کر سکیں۔

1. توحید

اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں سب سے پہلی اور سب سے اہم چیز ”ایمان باللہ“ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ یوں تو بہت سے گروہ اور قومیں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہیں لیکن اسلام کے نقطہ نظر سے ایمان باللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانا جائے اور کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف سورۃ اخلاص میں اس طرح کرایا ہے۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

ترجمہ: ”کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور اس کا کوئی ہمسر نہیں“

130	باب ہفتم اسلامی تہذیب و تمدن (تعارف و اہمیت)	7
131	1. اسلامی تہذیب کی خصوصیات	
133	2. اسلامی تہذیب و تمدن کا فروغ	
138	3. معاشرتی استحکام	
145	باب ہشتم اسلام اور عہد حاضر	8
145	1. مسلم ممالک کے باہمی تعلقات	
150	2. مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے مسائل	
153	3. غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے مسائل	
156	باب نہم عربی زبان	9
156	1. المَرْكَبُ، الناقص والتام	
158	2. المَرْكَبُ، العَدَدِي	
161	3. المَرْكَبُ، التام	

اس سورت میں توحید کے حوالے سے دو لفظ زیادہ اہم ہیں ایک ”أَخَذَ“ اور دوسرا ”صَمَدٌ“ یہ دونوں لفظ اللہ تعالیٰ کے تمام کمالات صفات پر حاوی ہیں۔ أَخَذَ کا مفہوم یہ ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں، اس کو کسی کی حاجت نہیں ہے، وہ یکتا و تنہا، اکیلا، بے نیاز، بے پرواہ اور مستغنی ہے اور صَمَدٌ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سب کا دیکھنے والا، سب کی امیدوں کا مرکز اور سب کا ملجا و ماویٰ ہے۔

یہی توحید کا مفہوم ہے۔ باقی جتنے عقائد ہیں ان سب کی تکمیل عقیدہ توحید سے ہوتی ہے۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ ان سب کا سرچشمہ ”توحید“ ہے۔ ملائکہ پر ایمان لانا اس لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندے اور پیامبر ہیں۔ کتابوں پر اس لیے ایمان لانا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہیں، رسولوں پر اس لیے ایمان لانا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یوم آخرت پر اس لیے ایمان لانا کہ یہ مالک الملک کے عدل و انصاف کا دن ہے۔ فرائض کی بجا آوری اس لیے ضروری ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے، حقوق کی ادائیگی اس لیے لازمی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر مبنی ہیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل اس لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے (۲)

ذات و صفات باری تعالیٰ:

۱) عقیدہ توحید صرف اس قدر نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات با کمال پر یقین رکھنا، عقیدے کی اصل جان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات دونوں میں یکتا ہے۔ ذات میں یکتا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی برابری نہیں کر سکتا۔ اس کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ کوئی بیٹا کیونکہ باپ اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کوئی شریک نہیں تو نہ اللہ تعالیٰ کسی کا بیٹا ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا بیٹا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا (الاسراء: ۱۱۱)

”اس کی کوئی اولاد نہیں۔“

صفات میں یکتا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حی و قیوم، قادر و رازق اور رحمن و رحیم ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت و بندگی بجالائیں اور اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ کریں اور اس کے سوا کسی کو لائق عبادت نہ جانیں۔

خدا کو کسی نے دیکھا نہیں۔ اس کی بنائی ہوئی کائنات اور اس کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں کو دیکھ کر انسان خالق کائنات کی وحدانیت، قدرت اور علم و حکمت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ ذات الہیہ زمان، مکان، جہت، صورت، جسم، تغیر، تاخر اور انتقال سے کامل

طور پر پاک ہے۔ وہ واجب الوجود ہے۔ یعنی ایک ایسا وجود جو ہمیشہ تھا، ہے اور رہے گا۔ وہ قائم بالذات ہے۔ اللہ تعالیٰ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحج: ۳)

”وہی ازل ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے“

کائنات میں اسی کی قدرت کا ظہور ہے، اس طرح وہ ظاہر ہے۔ اور وہ نہیں دیکھا جاسکتا اس لیے اپنی ذات میں پوشیدہ بھی ہے۔ وہی ایک ذات ہے کہ جسے بقا حاصل ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللَّهِ بِوَجْهٍ ط (سورة القصص: ۸۸)

”ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔“

اسلام نے صفات الہیہ کا جو تصور دیا ہے وہ ذات الہیہ کے شایان شان ہے جیسے ذات الہیہ بے مثال ہے ویسے ہی صفات الہیہ بھی بے مثال ہیں۔

وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَى ط (سورة النحل: ۶۰)

”اللہ تعالیٰ کی صفات سب سے برتر اور اعلیٰ ہیں“

لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ (سورة طہ: ۸)

”اس کے اچھے اچھے نام ہیں“

لفظ ”اللہ“ اسم ذات ہے اور باقی اسمائے حسنا اس کی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ قائم اور لاحدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ وہ خالق (پیدا کرنے والا) ہے، رب (پالنے والا) ہے، الرحیم (بار بار رحم کرنے والا)، الرحمان (بے حد رحم کرنے والا)، اللودود (پیارا کرنے والا)، الوہاب (بہت عطا کرنے والا)، الجبار (جبروت والا)، العزیز (زبردست۔ غلبہ والا)، القہار (غالب، جس کے حکم سے کوئی باہر نہیں ہو سکتا)، المتکبر (اپنی بڑائی دکھانے والا)، المتنقم (سزا دینے والا)، الخی (زندہ اور دوسروں کو زندگی بخشنے والا)، القیوم (قائم رہنے والا)، السميع (سننے والا)، البصیر (دیکھنے والا) اور الحکیم (حکمت والا) ہے۔

وہ قادر مطلق ہے، اس کی کوئی عداورانتہا نہیں ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١﴾ (سورة فاطر: ۱)

”یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ ﴿٢٥٥﴾ (سورة البقرة: ۲۵۵)

”اس کا اقتدار آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔“

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ﴿٥٣﴾ (سورة الاعراف: ۵۳)

”سن لو، خلق اور امر اسی کے ہیں۔“

اس کی قدرت کی طرح اس کے علم کی بھی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے:

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾ (سورة الحجرات: ۱۶)

”اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمُوتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ﴿٣﴾ (سورة سبا: ۳)

”اس سے کوئی چیز نہ آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے اور نہ زمین میں۔“

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا ﴿٣﴾ (سورة سبا: ۳)

”اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے۔“

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴿١٩﴾ (سورة المؤمن: ۱۹)

”وہ نگاہوں کی چوری اور دہرازی تک جانتا ہے جن کو سینے چھپائے ہوئے ہیں۔“

وَلَعَلَّكُمْ مَا تُونُسُ يَهْ نُفْسُهُ ﴿١٦﴾ (سورة ق: ۱۶)

”اور ہم انسان کے دلوں کے دوسوں تک کو جانتے ہیں۔“

خالقیت و ربوبیت:

کائنات اور دنیاوی نظم و نسق کو قادر مطلق کی ذات ہی نے قائم کیا ہے۔

ہر انسان کی شکل دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک کی آواز الگ، نشانات جدا، خصلت و عادات جدا، پیدائش علیحدہ اور خاتمہ مختلف انداز میں۔ آخر وہ کون سی قدرت ہے جس کے تحت یہ کام ہو رہا ہے۔ دنیا میں آن کرہ و نافرادیں اور ان کی پیدائش اور وفات کا سلسلہ سالہا سال سے چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ لیکن تمام افراد کی انکلیوں کے پوروں کے نشانات حیرت انگیز طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں سے بنیادی سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی قدرت ہے جس کے ماتحت یہ کام انجام پا رہا ہے۔ انسان یہ سب کچھ دیکھتا ہے تو پکارا رشتا ہے۔

فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿١٣﴾ (سورة المؤمنون: ۱۳)

”بڑا ہی بابرکت ہے اللہ تعالیٰ، سب کارہیروں سے اچھا کارہیگر۔“

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿٢١﴾

(الطُّور: ۲۰-۲۱)

”کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا خود اپنے خالق ہیں؟ یا زمین و آسمانوں کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ یقین نہیں رکھتے۔“

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمُوتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ (سورة المؤمنون: ۸۶)

ترجمہ: ان سے پوچھو کہ سات آسمانوں کا کون مالک ہے اور عرش عظیم کا کون مالک ہے؟

اس آیت میں توحید ربوبیت کے عقیدے پر دلیل دی جا رہی ہے۔ اے میرے رسول اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے پھر آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ یہ جاننے کے باوجود اس کے ساتھ کسی کو شریک بناتے ہو اور قرآن اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہو تو کیا اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں ہو؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: سب طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔

”الحمد میں ال، استغراق یا انحصار کے لیے ہے، یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں یا اس کے لیے خاص ہیں۔ کیوں کہ تعریف کا اصل معنی صرف اللہ تعالیٰ ہے، کسی کے اندر کوئی خوبی اور کمال ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔“ اللہ“ یہ اللہ کا ذاتی نام ہے، اس کا استعمال کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ ”رب“ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، جس کے معنی ہیں ہر چیز کو پیدا کر کے اس کی ضروریات مہیا کرنے اور اس کو تکمیل تک پہنچانے والا۔ ”عالمین“ (عالم) کی جمع ہے جس سے مراد مخلوقات کی الگ الگ جنسیں ہیں مثلاً عالم جن، عالم انس، عالم ملائکہ اور عالم وحوش و طیور وغیرہ۔ ان تمام مخلوقات کی ضرورتیں ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں لیکن ”رب العالمین“ سب کی ضروریات، ان کے احوال و ظروف اور طبائع اور اجسام کے مطابق مہیا کرتا ہے۔

معبودیت:

اگر اس کائناتی نظام کو چلانے والے کئی معبود ہوتے تو یقیناً ان کے درمیان اختلاف ہوتا اور نظام کائنات مختلف افکار و نظریات کے تحت نہ صرف بدلتا رہتا بلکہ یہ کائنات تباہ و برباد ہو جاتی اور اس کائنات میں جو نظم و ضبط اور ترتیب کا فرمانظر آتی ہے وہ نہ ہوتی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء: 22)

ترجمہ: ”اگر ان دونوں (یعنی زمین و آسمان) میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہوتا تو ان دونوں میں فساد برپا ہو جاتا۔“

اللہ تعالیٰ ہمارا معبود ہے اور اس کی ذات رحمن اور رحیم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْهٰكُمُ اللّٰهُ وَاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (سورۃ البقرۃ: ۱۶۳)

”اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے کوئی معبود نہیں سوائے اس کے (وہ) رحمان ہے رحیم ہے۔“

اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہے۔ ہر چیز اس کی پیدا کردہ ہے۔ وہ تنہا معبود ہے، ساری کائنات اس کی عبادت گزار ہے۔

نَسِیْمٌ لِّہٖ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْہُنَّ (بنی اسرائیل: ۲۳)

”ساتوں آسمان اور زمین اور وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اس کی تسبیح کرتے ہیں۔“

سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ جب کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور فرمانبردار ہے تو ایسی کوئی مخلوق معبودیت میں اس کے ساتھ شریک کیونکر ہو سکتی ہے۔ خدا تو صرف وہی ہو سکتا ہے جو سب کا خالق اور مالک ہے جس کی قدرت مطلق و غیر محدود ہو، وہ جو چاہے اسے کرنے کی طاقت رکھتا ہو، جس کا علم سب کو محیط ہو۔ ایسی صفات کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کر لیتا ہے۔

وَ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (سورۃ المؤمن: ۶۸)

”جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔“

رحمانیت:

اللہ تعالیٰ رحمن اور رحیم ہے، تمام مخلوقات اس کی بے پایاں رحمت سے بہرہ اندوز ہو رہی ہیں۔ اس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ اتنی وسیع و عریض کائنات کو تخلیق کرنے کے بعد وہ اس کی تدبیر بھی کر رہا ہے۔ ایک نظام کے تحت اسے چلا رہا ہے یہ بھی اس کی رحمت ہے۔ انسان پر تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاٰتٰکُمْ مِنْ کُلِّ مَآسَاَلٍ مَّوۡءَءً وَاِنْ نَّعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْہَا (ابراہیم: 34)

”اور جو کچھ تم نے مانگا تمہیں عطا کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو شمار نہ کر سکو گے۔“

اسی طرح سورۃ الرحمن میں اللہ تعالیٰ بار بار ارشاد فرماتا ہے کہ:

فَیَاۤیُّ الْاٰدِیِّۡنَ کُنَّا تَکَذِّبِیْنَ (الرحمن: 13)

”تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

اللہ تعالیٰ بے انتہا رحمن اور رحیم ہے۔ اس کی رحمت بے پایاں کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ وہ اس قدر رحم کرنے والا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہم روزانہ اتنے زیادہ گناہ کرتے ہیں مگر وہ پھر بھی ہمارے گناہوں سے درگزر کر کے ہمیں رزق دے رہا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اس وسیع اور بے پایاں رحمت کو ایک مثال کے ذریعے اس طرح واضح

کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی پیش کئے گئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا ایک شیر خوار بچہ چھوٹ گیا تھا اور وہ ممتا کی ماری ایسی بے چین تھی کہ جس بچے کو بھی دیکھتی اسے پیار کر کے لگتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ کیا تم لوگ یہ توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں، خود پھینکنا تو دور کنار، اگر اسے گرنا ہوا دیکھے گی تو اسے بچانے کی حتی المقدور کوشش کرے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کا رحم اپنے بندوں کے لیے اس سے بہت زیادہ ہے جو یہ عورت اپنے بچے کے لیے اپنے دل میں رکھتی ہے۔“ (صحیح بخاری 5999، مسلم: 7153)

ہمیں چاہیے کہ ہم رقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نوازشوں کا شکر ادا کرتے رہیں تاکہ وہ ہم پر پہلے سے بھی زیادہ مہربان اور رحم کرنے والا ہو جائے۔

2: نبوت و رسالت

۱: نبوت و رسالت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

اسلام کے عقائد میں توحید کے بعد ”رسالت“ کا درجہ ہے۔ ”رسالت“ کے لغتی معنی ہیں پیغام پہنچانا، رسول کے لغتی معنی ہیں پیامبر۔ دینی اصطلاح میں رسالت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا اور رسول کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والا۔

۳: نبی کا لغتی مطلب ہے خبر دینے والا اور نبوت کا لغتی معنی ہے خبر دینا۔ ”نبی اور رسول“ اور ”نبوت اور رسالت“ ہم معنی اصطلاح میں ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ رسول صاحب شریعت و کتاب ہوتا ہے جبکہ نبی کے لیے صاحب شریعت و کتاب ہونا لازمی نہیں ہے ہر رسول اللہ تعالیٰ کا نبی ہوتا ہے جبکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

رسول صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک نہیں پہنچاتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر خود عمل کر کے دکھاتا بھی ہے اور لوگوں کی سیرت کی تعمیر و تزکیہ بھی کرتا ہے۔ رسالت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آکر ختم ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ اس کو عقیدہ ختم نبوت کہا جاتا ہے۔

انبیاء اور رسل پر ایمان:

انبیاء کی ضرورت اور اہمیت کے حوالے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جس طرح پانی، ہوا اور غذا انسانی زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیم و تبلیغ انسانی زندگی کو کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لیے بنیادی اہمیت کی

حامل ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے تمام انبیاء اور رسل پر ایمان لانا ضروری ہے۔ امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ آپ پر نبوت و رسالت کو ختم کر کے اس کو تمام انبیاء و رسل پر ایمان لانے کی سعادت عطا کر دی جو گزشتہ امتوں کو حاصل نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رُّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سے آخری نبی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ”ختم نبوت“ کا اعلان فرما کر اس بات کو واضح کر دیا کہ انبیاء کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی بن کر آئے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ

”میں تمام نبیوں میں سے آخری نبی ہوں اور تم تمام امتوں میں سے آخری امت ہو۔“

انبیاء علیہم السلام کی صفات:

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی کئی صفات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے نمایاں صفات درج ذیل ہیں۔

بشریت:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے ہمیشہ کسی انسان کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِي إِلَيْهِمْ (یوسف: ۱۰۹)

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے آدمیوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحِي إِلَيَّ (الکہف: ۱۱۰)

ترجمہ: اے پیغمبر! کہہ دیجیے میں تمہاری طرح انسان ہوں البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے

انبیاء کرام علیہم السلام پر عسکرین کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا رہا کہ یہ تو ہماری طرح انسان ہیں۔ ہماری طرف فرشتے کیوں نہیں بھیجا گیا۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَوْ كُنَّا فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً يَّمُشُّونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رُّسُولًا (بنی اسرائیل: ۹۵)

ترجمہ: اے پیغمبر! فرمادیجئے اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے اور آدھوتے تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔

انبیاء کرام علیہم السلام انسانوں میں ممتاز ہی اس وجہ سے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی اور حجرات سے نوازا اور نبوت کے منصب پر فائز کیا۔

وہیت:

وہیت کے معنی یہ ہیں کہ رسالت کوئی آکتابی شے نہیں جو محنت و جستجو سے مل جائے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ اور انعام ہے اور اسی شخص کو ملتا ہے جسے خداوند کریم مرحمت فرماتا ہے۔ اس کے ملنے میں انسانی کوشش، ارادے اور جستجو کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ تاہم انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات زندگی سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ یہ اہم منصب جن لوگوں کو عطا کیا گیا وہ سب نیکی، تقویٰ، ذہانت اور عزم و ہمت جیسی بلند صفات کے مالک تھے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (سورۃ الجمع: ۴)

”یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دے۔“

رسالت کے لیے انتخاب ایسے افراد کا کیا گیا تھا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کے اعتبار سے اس عظیم مقصد کے لیے موزوں ترین تھے۔ چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین نے آپ کے نبی بنائے جانے پر اعتراض کیا اور کہا کہ اگر کسی کو نبوت ملنا چاہی تو آپ کی نسبت ہم اس کے زیادہ حقدار تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (سورۃ الانعام: ۱۲۴)

”اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اسے اپنی پیغمبری کس کے سپرد کرنی چاہیے۔“

انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں:

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور شریعت کے نام پر جو کچھ بھی انسانوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ پیغمبر ہدایت رسانی کے تابع اور اللہ تعالیٰ کے ترجمان ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورۃ النجم: ۳-۴)

”وہ اپنی خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتا بلکہ وہی کہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جاتا ہے۔“

اطاعتِ انبیاء لازم ہے:

انبیاء کی اطاعت دیکھنی ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورۃ النساء: ۶۴)

”ہم نے ہر رسول کو اس لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔“

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (سورۃ الفاطر: ۲۴)

”کوئی بھی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی خبردار کرنے والا (رسول) نہ آیا ہو۔“

نبی چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات و ہدایات پہنچاتا ہے اس لیے اس کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (سورۃ النساء: ۸۰)

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔“

اسی طرح پیغمبر کتاب اللہ کا شارح ہوتا ہے، امت کا معلم و مربی ہوتا ہے، امت کے لیے نمونہ تقلید ہوتا ہے، قانون ساز قاضی ہوتا ہے، اسی لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی پیروی کرنے اور ان احکامات کے مطابق عمل کرنے سے دنیوی اور اخروی زندگی کی کامیابی یقینی ہوتی ہے یعنی دنیا و آخرت میں کامیابی کا انحصار انبیاء کرام علیہم السلام کی پیروی کرنے پر ہی منحصر ہے۔

رفعِ شان:

رسول کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات عطا کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ رسول بشری ہوتا ہے لیکن پختہ کردار، پرکشش اور ممتاز اوصاف حمیدہ کا مالک ہوتا ہے۔ لوگوں کا بے حد خیر خواہ ہوتا ہے۔ بڑا صاحبِ عزیمت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جب منصب رسالت پر سرفراز فرماتا ہے، اس کے بعد وہ اپنے مشن کو انجام دینے کے لیے اپنی جان تک کی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ وہ صبر و استقامت میں بے مثال ہوتا ہے۔ بڑی سے بڑی مشکلات اس کے پائے استقلال کو ڈگدگائیں سکتیں۔

رسول کی بصیرت و فراست بھی غیر معمولی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے ان چیزوں کا بھی علم ہوتا ہے جو عام انسانوں سے اوجھل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے کام سرزد ہوتے ہیں جو عام لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں اور جن کے کرنے سے عام انسان عاجز ہوتے ہیں (یعنی معجزات)۔ ان کے محاسب بہت کٹھن اور عظیم ہوتا ہے۔ اسی کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ رسول کو اعلیٰ صلاحیتیں و ولایت کرتا ہے۔

عصمتِ انبیاء:

ہر نبی اور رسول ولادت سے لے کر وفات تک گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہوتا ہے اس کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگہداشت میں گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اس لیے بھیجے ہیں کہ لوگ ہر حالت میں ان کی اطاعت کریں یعنی انبیاء کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا، غیر مشروط کا مطلب یہ ہے کہ اطاعت کے لیے کسی قسم کی شرط یا قید نہیں بلکہ ہر وقت اور ہر حالت میں ان کی

اطاعت کی جائے۔ غیر مشروط اطاعت صرف اس کی کی جاسکتی ہے جس سے کسی غلطی اور گناہ کا امکان نہ ہو، اس لیے انبیاء کو ہر طرح کے گناہوں اور غلطیوں سے پاک رکھا گیا ہے، دوسرے الفاظ میں اس کی معصوم ہوتا ہے، اس سے دینی امور میں نہ فکر و اجتہاد کی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں نہ اخلاق و اعمال کی لغزشیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کی فکر و بصیرت حد درجہ کامل ہوتی ہے اور اس کی اخلاقی قوت بھی، ایک طرف تو وہ احکام الہی کا منشاء سمجھنے اور ان سے اپنے اجتہاد کے ذریعے مزید احکام نکالنے کی بہترین صلاحیتیں رکھتا ہے، دوسری طرف اسے اپنے نفس پر پورا پورا قابو حاصل ہوتا ہے۔ اس کی اخلاقی حس، اس کا خوف خدا اور اس کا اندیشہ آخرت اس درجہ ترقی یافتہ ہوتا ہے کہ گناہ کے محرکات سراٹھائی نہیں پاتے اور ساتھ ہی خداوند کریم کی خصوصی نگرانی و حفاظت انہیں فکر و اجتہاد کی غلطیوں اور اخلاق و اعمال کی کوتاہیوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ وحی اور الہام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ہدایات مسلسل وصول ہوتی رہتی ہیں۔ نبی ایسا انسان کامل ہوتا ہے جو بے حد روحانی قوت کا حامل ہوتا ہے اور ہر قسم کی برائی سے خود کو محفوظ رکھتا ہے۔

3 : ملائکہ

ملائکہ کا لفظ جمع ہے اس کی واحد ملک ہے جس کے لغوی معنی قاصد اور پیغام رساں کے ہیں، فرشتوں کے لیے قرآن مجید میں ملائکہ کے علاوہ ”رسول“ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، رسول کے معنی بھی قاصد کے ہیں۔ فرشتوں کو ملائکہ اور رسول یعنی قاصد اس لیے کہا جاتا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کا کام کرتے ہیں۔

ملائکہ کی حقیقت اور نظام کائنات میں بحیثیت کارکنان قدرت ان کا کردار:

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ عرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، قرآن مجید نے ان کے اس باطل عقیدے کی اصلاح کی اور بتایا کہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ان کے پاس کسی قسم کا اختیار یا اقتدار نہیں بلکہ یہ ان کا فرض ہے کہ اس کائنات کے نظام کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کے مقررہ قوانین کے تحت چلائیں، فرشتوں کی یہ مجال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذرہ بھر بھی سرتابی کر سکیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ (الحجر: ٦)

”وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے اور وہ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔“

ملائکہ کی تعداد ہمیں معلوم نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے حساب ہیں، آسمانوں پر بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ نہ ہو، ہر انسان کے ساتھ کئی فرشتے ہوتے ہیں ان میں سے کچھ اس کی حفاظت

پر مامور ہوتے ہیں کچھ انسان کے اچھے اور برے اعمال لکھتے رہتے ہیں، اس طرح دنیا کے ہر کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو باطنی اور روحانی انتظامی مشینری قائم کی ہے، وہ فرشتوں پر مشتمل ہے۔

ملائکہ پر ایمان:

جس طرح توحید اور رسالت پر ایمان لانے کا حکم ہے اسی طرح ملائکہ پر بھی ایمان لانے کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَكِنَّ الْإِنْسَانَ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ﴿١٧٠﴾ (البقرة: ١٧٠)

”لیکن اصل نیکی تو یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور سب نبیوں پر۔“

ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں اللہ تعالیٰ کی ایک نوری مخلوق مانیں جو ہر کام اس طریقے سے سرانجام دیتے ہیں جیسے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے، وہ اپنے طور پر کسی کو کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے مختلف کام لگائے ہوئے ہیں جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق پورے کرتے ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ:

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٥٠﴾ (النحل: ٥٠)

”وہ اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور جو انہیں حکم ملتا ہے وہی کرتے ہیں۔“

فرشتوں پر ایمان دراصل عقیدہ توحید کی تکمیل ہے۔ قرآن وحدیث نے فرشتوں کے بارے میں لوگوں کے غلط عقیدوں کی اصلاح کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ فرشتوں کو شریک ٹھہرانے کے عقیدے کی تردید کی اور فرشتوں کا اصل مقام بتایا ہے۔

انسان مادی زندگی اور اس کے فوائد و نقصانات پر بہت زیادہ یقین رکھتا ہے اور جو مخلوق نظر نہ آئے اس کو ماننے کے لیے آسانی سے رضا مند نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی شکل میں نوری مخلوق پیدا فرما کر اپنی قدرت سے ہمیں آگاہ کیا اور پوری کائنات کا نظام ان کے ذمہ لگا کر ہمیں یہ بتایا کہ ہر نظام چلانے کا ایک طریقہ ہوتا ہے اور اس نوری مخلوق پر ایمان لانے کا حکم دے کر ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتقاد کر کے کچھ ایسی چیزوں کو مان لینے کی تربیت دی ہے جو ہمیں نظر نہیں آتیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام:

حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا سب سے مقرب فرشتہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات انبیاء اور رسل تک پہنچانے پر مامور ہے۔ شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ان کا مقام بہت بلند ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا

ذکر حدیث اور سیرت کی کتابوں میں کثرت سے آتا ہے۔ قرآن مجید کے نزول کے پورے عرصہ میں جو تقریباً تیس سال کی مدت ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شب و روز، سفر و حضر ہر حالت میں حاضر ہوتے رہے۔ کبھی اپنی اصل شکل میں آتے، کبھی انسانی شکل میں۔ کبھی قرآن حکیم کی آیات اور سورتیں لے کر آتے اور کبھی کوئی اور پیغام۔

حضرت میکائیل علیہ السلام:

اس کائنات میں نظم و نسق چلانے کا کام ان کی ذمہ داری ہے۔ بارش برسانے اور لوگوں تک رزق پہنچانے کا کام ان کے

ذمہ ہے۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ کا یہ مقرب فرشتہ ہر انسان کے پاس آتا ہے کیونکہ یہ تمام جانداروں کی ارواح قبض کرتا ہے۔ انہیں ملک

الموت (موت کا فرشتہ) بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام:

حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت برپا کرنے کے لیے صور پھونکیں گے۔

4: آخرت / معاد

معنی و مفہوم:

آخرت کا مطلب ہے بعد میں آنے والی۔ ہماری عارضی زندگی کو قرآن حکیم میں ”الحیوة الدنیا“ کہا گیا ہے، یعنی قریب ترین زندگی یا صرف اولیٰ کہا گیا ہے، یعنی پہلی یا ابتدائی زندگی۔ موت کے بعد کی زندگی کو آخرت اور عقبیٰ کہا گیا ہے، عقبیٰ کا معنی ہے پیچھے آنے والی۔

اسلام کا تصور آخرت:

اسلام میں آخرت کا نہایت واضح تصور دیا گیا ہے۔ قیامت برپا ہوگی، یہ ساری کائنات ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ مرے ہوئے تمام انسانوں کو دوبارہ زندگی دے کر اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سب کی پیشی ہوگی۔ دنیا میں کیے گئے اعمال کا حساب دینا ہوگا، جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ انعام پائے گا اور جس کے برے اعمال زیادہ ہوں گے وہ سزا پائے گا۔ اسلام کے تصور آخرت کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

★ انسان کی اس ارضی یا دنیوی زندگی کا خاتمہ اصل میں ایک زندگی سے دوسری زندگی میں تبدیلی ہے۔ مرنے سے انسان کا صرف جسم فنا ہوتا ہے، اس کی روح فنا نہیں ہوتی۔

★ یہ دنیوی زندگی بہت محدود مدت کی اور عارضی ہے، جبکہ اخروی زندگی دائمی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَقُومُوا أَنفُسُهُمُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَتَاعًا ۚ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ (المومن: ۳۹)

”اے میری قوم یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے، ہمیشہ کے قیام کی جگہ تو آخرت ہے۔“

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانُ ۚ

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰﴾

(الحکبوت: ۶۳)

”اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاوا۔ اصل زندگی تو دار آخرت ہے، کاش یہ لوگ علم رکھتے۔“

★ دنیوی زندگی آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں انسان جو کچھ بوئے گا اس کی فصل آخرت میں کاٹے گا۔ یعنی یہاں جو

عمل بھی کرے گا اس کی سزا یا جزا آخرت میں ملے گی۔

★ یقیناً دنیوی زندگی سے آخرت بہتر ہے۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝ (النحل: ۳۰)

”اور یقیناً آخرت تیرے لیے اولیٰ (دنیا) سے بہتر ہے۔“

ایک اور مقام پر دنیا کی زندگی کا آخرت کے ساتھ یوں موازنہ کیا گیا ہے:

وَقَرِّحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا لَمَتَّاعٌ ۝ (الرعد: ۲۶)

”یہ لوگ دنیوی زندگی پر خوش ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک متاعِ قلیل کے سوا کچھ نہیں ہے۔“

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دنیا کی اہمیت و قدر گھٹ کرے پر کے

برابر بھی ہوتی تو کافر کو اس دنیا سے پانی کا ایک گھونٹ بھی میسر نہ آتا۔“ (ترمذی)

★ آخرت میں نجات اور کامیابی کا دار و مدار صرف اور صرف ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ اس کے سوا وہاں کوئی

چیز کام نہ آئے گی۔ نسل، قرابت داری، دولت اور جاہ و شہرت وغیرہ کوئی چیز بھی کام نہ آئے گی۔
 انسان کے اعمال کو ترازو میں رکھ کر تولایا جائے گا۔ ایک طرف نیکیاں اور ایک طرف برائیاں۔ اگر نیکیوں کا پلڑہ
 بھاری ہوگا تو انعام ملے گا۔ اگر برائیوں کا پلڑہ بھاری ہوگا تو سزا ملے گی۔
 جو شخص انعام کا مستحق قرار پائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور سزا کے حقدار کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

بَیْعَتُ بَعْدَ الْمَوْتِ:

ہر انسان نے مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے۔ موت کے بعد کی زندگی کے متعلق قرآن مجید میں مختلف مقامات پر یوں ارشاد ہے۔

أَحْصَيْتُمْ أَمَّا خَلَقْنَاكُمْ عِبَادًا وَآلَكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿۱۱۵﴾ (المومنون: ۱۱۵)

”کیا تم نے یہ خیال کر لیا کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تمہیں کبھی ہماری طرف پلٹنا ہی نہیں؟“

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴿۲۷﴾ (الزمر: ۲۷)

”وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا اور یہ اس کے لیے آسان تر ہے۔“

قَالَ مَنْ يُعْنِي الْعِظَامُ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۷۸﴾ (نہس: ۷۸-۷۹)

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿۷۹﴾

”انسان کہتا ہے کہ کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جب کہ یہ سب بوسیدہ ہو چکی ہوں۔ کہہ دیجئے کہ وہی ان کو دوبارہ زندہ

کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ تخلیق کے ہر کام کو خوب جانتا ہے۔“

حشر:

موت انفرادی ہو یا اجتماعی، یہ زندگی کا انجام نہیں ہے، بلکہ ایک اور زندگی کا آغاز ہے۔ ہر انسان ایک طرح کی عبوری نئی زندگی شروع

کر دیتا ہے، جسے قرآن مجید نے برزخ کہا ہے۔ جب اجتماعی ہلاکت قائم ہو چکے گی تو اس کے بعد سب کے سب انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے

گا۔ اب ایک ایک فرد سے اکیلے اکیلے پہلی زندگی میں کیے گئے اعمال کا پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا

يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۲۸﴾ (البقرہ: ۲۸)

”اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی جان کے کام نہ آئے گی اور نہ ان سے سفارش قبول کی جائے گی اور نہ ان سے

معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی“ ﴿۲۸﴾

انسان کی کوئی نیکی یا بدی چھپی نہیں رہ جائے گی۔ قرآن مجید نے یوم حشر کی جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ لرزادینے والی
 ہیں۔ اس دن کسی طاقت کا استعمال، سفارش، بہانہ یا فدیہ کوئی چیز کام نہ آ سکے گی۔ معافی کا وقت بھی گزر چکا ہوگا۔ اس کے ساتھ اس دنیا
 میں بظاہر ضائع ہو جانے والی نیکیوں کے سمرات افزاء نتائج نیک لوگوں کے سامنے آئیں گے۔ قرآن مجید کی صرف دو آیات اس حساب
 کتاب کی کیفیت سمجھانے کے لیے کافی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿۲۶﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿۲۷﴾

(الزلزال: ۷-۸)

”تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا، اسے دیکھ لے گا، اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے گا، اسے دیکھ لے گا۔“

حساب و کتاب:

حساب و کتاب کے نتیجے میں مجموعی طور پر نیک و بد اور اچھے برے انسان الگ الگ کر دیے جائیں گے۔ دونوں قسم کے
 انسانوں کو ایک ابدی زندگی دی جائے گی جس میں موت نہیں آئے گی مگر زیادہ نیکی کرنے والوں کو نعمتوں سے نوازا جائے گا، جبکہ زیادہ
 برائی کرنے والوں کو بدترین سزا دی جائے گی۔ اس انعام اور سزا کا ذکر اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم (دوزخ) کہہ کر کیا ہے۔

آخرت کے اس حساب و کتاب میں اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کون سے قانون کے مطابق پرکھ کی جائے گی؟

نیکی اور بدی کا معیار کیا ہوگا؟

گواہ کہاں سے لائے جائیں گے؟

ہر آدمی کے اعمال کا ریکارڈ کہاں سے لیا جائے گا؟

یہ سب کچھ اس دین اور قانون کے مطابق ہوگا جس کی خبر اس زندگی میں رسولوں کے ذریعے دی گئی تھی اس لیے اس دن اس کا

نام بھی قرآن مجید میں (یوم الدین) آیا ہے یعنی جزا و سزا کا دن یا (دین) نتائج کے ظہور کا دن۔ اس دن توحید، رسالت اور آخرت

پر ایمان یا ان کے انکار کے اچھے برے نتائج سامنے آ جائیں گے۔ اس دن انبیاء کرام علیہم السلام کی خوشخبری دینے اور ڈرانے کی ایک

ایک بات درست ثابت ہوگی۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت اور ان کی تعلیمات کی صداقت اس دن روز روشن کی طرح عیاں ہو

گی۔ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن اپنے بلند ترین مرتبے ”مقام محمود“ پر جلوہ گر ہوں گے۔

جنت و دوزخ:

جنت آخری زندگی میں نیکو کاروں کا مقام ہے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہے جن کے برے اعمال نیکوں کے مقابلے میں زیادہ ہوں گے۔ جنت کی زندگی دائمی ہے۔ جہنم کی زندگی کے بارے میں آیا ہے کہ اہل ایمان اپنے گناہوں کی سزا پا کر آخر کار جہنم سے نجات حاصل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ جنت میں انسان کو وہ سب کچھ حاصل ہوگا جس کی اس کے دل میں خواہش پیدا ہوگی۔ ارشاد باری ہے: **وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ** - (الزخرف: ۷۱)

ترجمہ: ”اور اس جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے جو آنکھوں کو لذت دینے والی ہوگی“

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ (ہم السجدہ: ۳۱)

”اور تمہارے لیے جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی تمہارے دل خواہش کریں گے اور تمہارے لیے وہ کچھ ہوگا جس کی تمہارا دعو ہے۔“

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر بڑے دلکش انداز میں جنت کا نقشہ کھینچا ہوا ہے۔ گھنے باغات، ان کے نیچے بہتی نہریں، پانی اور شہد کی نہریں، معتدل موسم، ہر قسم کے میوے، چاندی کے برتن، شیشے کے جام، حوریں اور غلمان، یہ سب چیزیں وہاں موجود ہوں گی۔ احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جنتیوں کو سب سے بڑا انعام یہ ملے گا کہ انہیں دیدار الہی بھی نصیب ہوگا۔

قرآن مجید میں جہنم کی ہولناکیوں کو بھی جا بجا بیان کیا گیا ہے۔ جہنم کا ایدھن انسان اور پتھر ہیں۔ جہنم کی بھڑکائی ہوئی آگ بدن کو چھوٹی ہوئی دل تک پہنچے گی۔ جہنم کی آگ میں نہ وہ جھنس گے اور نہ مریں گے۔ وہ آگ کھال کو ادھیرنے اور کبھی نہ بجھنے والی ہے۔ جہنم میں لوگوں کو کھولنا ہوا پانی پلایا جائے گا جو آسمانوں کو کاٹ دے گا اور کھانے کو خاردار جھاڑی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

شفاعت:

قرآن مجید میں اس بات کو کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے روز نہ کوئی اعمال کا سودا ہوگا، نہ دوستی ہوگی اور نہ کوئی سفارش۔ ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ اس روز منافقوں اور کفر کرنے والوں سے کوئی نفع قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس روز نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا، اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے، ہر آدمی کو بس اپنی ہی پڑی ہوگی۔ لہذا یہودیوں کا زعم باطل تھا کہ ان کے آباؤ اجداد ان کی شفاعت کر کے اللہ

تعالیٰ سے انہیں معافی لے دیں گے اور دوزخ میں چلے جائیں گے۔ اس روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لانے والے کفار کے حق میں نہ کوئی سفارش قبول کی جائے گی، نہ فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی کوئی مدد کر سکے گا۔ اس لیے انہیں اس دن سے ڈرنا چاہیے، یعنی گھمنڈ ترک کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آنا چاہیے (۱)۔

قیامت کے روز کفار و شرکین کی کوئی سفارش نہیں کرے گا اور ان کے لیے کسی کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔ البتہ ان اہل ایمان کے حق میں جن سے خطائیں سرزد ہوئی ہوں، فرشتے، انبیاء، شہداء اور صالحین اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے ان کی سفارش کریں گے۔ یہ بات قرآن مجید کی متعدد آیات مبارکہ سے ظاہر ہے، مثلاً ارشاد باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (البقرہ: ۲۵۵)

”کون ہے جو اس کے پاس سفارش کرے گا مگر اس کی اجازت سے۔“

مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ (سورۃ یونس: ۳)

”کوئی اس کے پاس اس کا اذن حاصل کیے بغیر سفارش نہیں کر سکتا۔“

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى (الانبیاء: ۲۸)

”اور وہ سفارش نہیں کر سکتے مگر اس کی جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو۔“

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا (سورۃ مریم: ۸۷)

”وہ کسی کی سفارش کا اختیار نہ رکھیں گے مگر جس نے رحمن سے اقرار لیا ہو۔“

ایک حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کا مخلوق سے عہد یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ (تفسیر القرطبی 379)

متعدد احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے گناہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ یعنی آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت حاصل ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے سفارش فرمائیں اور اللہ

تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ”شفیع المذنبین“ کہا جاتا ہے۔



سوال نمبر ۱: درج ذیل سوالات کے جواب تفصیل سے دیں۔

الف۔ اللہ تعالیٰ کی صفات قرآن مجید کی روشنی میں بیان کریں۔

ب۔ سورہ اخلاص توحید الہی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ وضاحت کریں۔

ج۔ نبوت و رسالت کا مفہوم بیان کریں نیز یہ بتائیے کہ مصہب رسالت کے لیے انسانوں کو بتی کیوں منتخب کیا گیا؟

د۔ فرشتوں پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

ه۔ اسلام مرنے کے بعد والی زندگی کے بارے میں ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ وضاحت کریں۔

د۔ قیامت کے دن شفاعت کے تصور پر بحث کریں۔

سوال نمبر ۲: درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ ایمان باللہ سے کیا مراد ہے؟

۲۔ رسول کے لغوی معنی کیا ہیں؟

۳۔ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

۴۔ معجزات سے کیا مراد ہے؟

۵۔ اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو اپنا نبی منتخب کیا؟

۶۔ فرشتوں یا جنوں کو نبی کیوں نہ بنایا گیا؟

۷۔ نبی کو معصوم کیوں کہا جاتا ہے؟

۸۔ ملائکہ کو کوا صد کس وجہ سے کہا جاتا ہے؟

۹۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ذمہ کیا کام ہے؟

۱۰۔ دنیا کی زندگی کو کیا کہا گیا ہے؟

۱۱۔ جہنم کا ایندھن کن کو قرار دیا گیا ہے؟

سوال نمبر ۳: درج ذیل سوالات کے مناسب ترین جواب کا انتخاب کریں۔

الف۔ شَفِيعُ الْمَرْزُومِینِ کا مطلب ہے۔

۱۔ جہانوں کے لیے رحمت

۲۔ آخری نبی

۳۔ گنہگاروں کا سفارشی

۴۔ قییموں کا والی

ب۔ جنتیوں کو سب سے بڑا انعام کیا ملے گا؟

۱۔ حوریں اور غلمان

۲۔ دودھ اور شہد کی نہریں

۳۔ باغات اور پھل

۴۔ دیدار الہی

ج۔ مقام محمود کس کی فضیلت ہے؟

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام

۲۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام

۳۔ حضرت یونس علیہ السلام

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

د۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دنیا کی اہمیت کس چیز کے برابر ہے؟

۱۔ کانٹا

۲۔ گجر کے پر

۳۔ ٹکڑی

۴۔ کبھی

ه۔ کس فرشتے کا نام سیرت اور حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ملتا ہے؟

۱۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام

۲۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام

۳۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام

۴۔ حضرت میکائیل علیہ السلام

د۔ نبی کے لفظی معنی ہیں؟

۱۔ پیغام پہنچانے والا

۲۔ خوشخبری دینے والا

۳۔ رہنمائی کرنے والا

۴۔ خبر دینے والا

ه۔ ”لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا“ کا کیا مفہوم ہے؟

۱۔ اس کی کوئی اولاد نہیں

۲۔ اس کا کوئی باپ نہیں

۳۔ اس کا کوئی بھائی نہیں

۴۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

سرگرمی: طلبہ/طالبات کو گروپوں میں تقسیم کر کے ایک گروپ اسلام کے بنیادی عقائد کا چارٹ بنا کر پیش کریں اور دوسرا گروپ چار مشہور فرشتوں کے نام و کام کا چارٹ بنا کر پیش کریں۔